سابق مہنت ڈاکٹر شو شکتی سروپ جی مہاراج اداسین

دھرم اچاریہ اووا شکتی پیٹھ

(ایم اے۔ ڈی ڈی۔ پی ایچ ڈی۔ او ایف ایم کیپ اچاریہ)

ہندو دنیا کے عالم، مذہبیات کے محقق کا

قبول اسلام

ان کی کراچی میں آمد اور حقائق افروز بیان

ناشر

اسلامی مشن سنت نگر۔ لاہور

سابق مہنت ڈاکٹر شوشکتی سروپ جی مہاراج اداسین
دھرم اچاریہ اوواشکتی پیٹھ
(ایم اے۔ڈی ڈی۔پی ایچ ڈی۔ او ایف ایم کیپ اچاریہ)

ھندو دنیا کے عالم مسیحیت کے محقق کا

قبولِ اسلام

ان کی کراچی میں آمد اور حقائق افروز بیان

ناشر
اسلامی مشن سنت نگر۔ لاہور

اشاعت :۔ اسلامی مشن سنت نگر۔ لاہور

طباعت :۔ سندھ مصور پریس لاہور

کتابت عبدالمجید خوشنویس۔ لاہور

فہرست مضامین

باب اوّل

ڈاکٹر اسلام الحق

ایم اے (الہ آباد) ڈی ڈی (آکسفورڈ) پی ایچ ڈی (آکسفورڈ)
اچاریہ (گوروکل) او ایف ایم (کیپ)
(مہنت ڈاکٹر ستیوشکتی سروپ جی مہاراج اودے سین)

ادیان عالم کے محقق، مسیحیت کے متبحر عالم ہندو برادری کے معزز مذہبی رہنماؤں میں سے ایک ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اسلام کی عظیم نعمت سے نوازا ہے۔ موصوف نے ۱۰ رمئی ۱۹۸۶ء کو بھوپال کے دار القضاء (موتی مسجد) میں اہلیہ اور بیٹی کے ساتھ اسلام قبول کیا ہے اور آپ کا اسلامی نام "اسلام الحق" رکھا گیا ہے۔

موصوف کا تعلق بیندرابن (متھرا) سے ہے اور نسبتی تعلق بابا نانک ویدی سے ہے۔ ابتدائی تعلیم آشرم میں ہوئی۔ (الہٰ آباد یونیورسٹی) سے ماسٹر (ایم۔اے) کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد آپ نے آکسفورڈ یونیورسٹی سے ڈاکٹر آف ڈیوینٹی آف ورلڈ میجر فیتھس کی تکمیل کی مشرقیات میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی سند بھی آکسفورڈ سے ہی حاصل کی، پوپ پال ششم کی دعوت پر ویٹیکن میں لیکچر دیئے جس کے نتیجہ میں عیسائی دنیا کی اعلیٰ سند عطا

کی گئی۔ وہاں سے لوٹ کر آپ کو وراثتی مہنت کی گدی کے لئے تاج پوشی کی گئی۔ اور آپ نے مختلف آشرم قائم کئے۔ لیکن بھگوان بن کر لوگوں کو سکون پہنچانے والا خود حق کی تلاش میں سکون کا متمنی تھا۔ جسے آخر کار اسلام کے دامنِ رحمت میں سکون میسّر آیا۔ تلاشِ حق اور اسلام کے چشمۂ صافی تک پہنچنے کی ایمان افروز داستان خود موصوف کی زبانی سنیئے۔

س:۔ قبولِ اسلام کے بعد آپ کیا محسوس کرتے ہیں؟

ج:۔ اللہ کا انتہائی کرم و احسان ہے کہ اس نے مجھے ایمان کی بیش بہا دولت سے نوازا ہے۔ میں اپنے آپ کو دنیا کا خوش قسمت و کامیاب ترین شخص محسوس کرتا ہوں۔ میں گمراہی کی دنیا میں بھگوان تھا۔ جبکہ اس روشن دنیا میں مجھے انسان ہونا نصیب ہوا ہے۔

س:۔ آپ کا شکر کرنا بجا ہے۔ کیونکہ یہ نعمت ہی اس قدر گرانقدر ہے کہ جتنا بھی ناز کیا جائے کم ہے۔ اب ذرا اپنا سابق نام اور کام کے بارے میں بھی بتادیں؟

ج:۔ میرا پرانا نام مہنت ڈاکٹر شوشکتی سروپ جی مہاراج اداسین دھرماچاریہ اداشکتی پیٹھ تھا۔ میرا آبائی پیشہ مہنتیائی تھا۔ اسی سلسلہ میں میرا بندرابن میں بن کھنڈ آشرم کے نام سے بڑا آشرم، دوسرا آشرم بمبئی میں ملند میں تھا، اور تیسرا دیواس میں انٹرنیشنل معیار کا تقریباً پچاس ایکڑ زمین پر زیرِ تعمیر آشرم تھا۔

بھٹکے ہوئے لوگوں کو (پرَوچن) وعظ سنانا اور چیلے سادھو بنانا
روز کا معمول تھا۔

س :۔ آپ کی تعلیم کا بھی بڑا شہرہ ہے۔ کچھ اس پر بھی روشنی ڈالیں گے ؟
ج : ابتدائی تعلیم آشرم میں ہی ہوئی۔ الہ آباد یونیورسٹی سے اورینٹلزم
میں ایم۔اے کیا۔ گروکل کانگڑی سے اچاریہ کی ڈگری حاصل کی آکسفورڈ
یونیورسٹی انگلینڈ سے ڈی ڈی یعنی DOCTOR OF DIVINITY
(دنیا کے دس بڑے مذاہب ہیں) اور دوسری پی ایچ ڈی اورینٹلزم میں
اس طرح ڈبل پی ایچ ڈی کے بعد پوپ پال ششم کی دعوت پر اٹلی چلا گیا
وہاں ویٹیکن میں عیسائیت قبول کرنے کے لئے مجھ پر بہت زور ڈالا
گیا مجھے سات مختلف موضوعات پر تقاریر کرنے کے لئے کہا گیا
جو میں نے انتہ عمدگی سے عیسائی نگری میں کیں۔ کہ ان سے متاثر
ہو کر پوپ نے مجھے وہاں کا ایک بڑا اعزاز O.F.M. CAP
سے نواز کر وہاں کی شہریت بھی دے ڈالی۔ لیکن عیسائیت میرے
دل و دماغ کو کسی طرح بھی مطمئن نہیں کرتی تھی۔ اس لئے میں بہتر کی
تلاش میں وہاں سے چل پڑا۔ اور ہندوستان آکر باقاعدہ تاجپوشی
کے ساتھ گدی نشین ہوا۔

س :۔ ایک بنیادی سوال کہ اس فنا ہونے والی دنیا میں کس سلسلہ
نسب سے کہاں اور کب قدم رکھا ؟
ج :۔ ۲ر فروری ۱۹۳۶ء کو پیدا ہوا مقام نند ابن ضلع متھرا یو پی۔

بابا نانک کے ویدی ونشن سے سلسلۂ نسب ہے۔

س :۔ وہ کون سی زبانیں ہیں جنہیں آپ آسانی سے پڑھ اور لکھ سکتے ہیں۔ ان میں خصوصی رغبت والی کون سی زبانیں ہیں؟

ج :۔ لگ بھگ بارہ زبانوں کی مجھے معلومات ہیں جن میں انگریزی سنسکرت گریگ۔ ڈبرو۔ ہندی۔ پراکرتک۔ پالی۔ گورمکھی۔ مراٹھی۔ گجراتی اُردو اور عربی ہیں۔ چھ زبانوں سے زیادہ لگاؤ رہا ہے۔ جن میں انگریزی سنسکرت۔ ہندی۔ اُردو۔ گورمکھی اور عربی ہیں۔

س :۔ آپ ہندو خیالات کے بہت قریب رہے۔ کیا آپ ایسا سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ مسلمانوں سے خوفزدہ ہیں؟

ج :۔ اس ملک کا ہندو سماج مسلمانوں سے نہیں گھبراتا۔ بلکہ وہ اپنے ناقص اور کمزور ایمان کیوجہ سے زبردست خوبیوں والے مذہب اسلام سے گھبراتا ہے۔ اسلام کی یہ طاقت صرف مسلمانوں میں ہی زندہ ہے۔ چونکہ اسلام رنگ، رُوپ، نسل، خاندان، بھاشا، زمین دولت اور عہدوں کے فرضی شکنجوں سے آدمی کو آزاد کر کے اُسے ابدی اور مستحکم رُوپ دیتا ہے۔ ایک اللہ کے سامنے جھک جانے کی دعوت دیتا ہے۔ اسی لئے وہ اسلام کی طاقت سے گھبراتے ہیں۔ اسلام آدمی کو ہر واد سے، ہر بند سے آزاد کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ ہر واد ایک وواد ہے۔ اور اسلام نرو واد ہے۔

س :۔ کیا آپ ایسا سمجھتے ہیں کہ اسلام کو ختم کئے جانے کا کسی ملک سے خطرہ ہے ؟

ج :۔ اسلام ابدی اور مستحکم ہے ۔ اسے دنیا کی کوئی طاقت نہ تو توڑ سکتی ہے اور نہ مٹا سکتی ہے ۔ وہ کمزور ایمان والے مسلمانوں کی زندگی سے غائب ضرور ہو سکتا ہے ۔ لیکن رُوئے زمین پر جب تک ایک مسلمان بھی زندگی کی گہرائیوں میں صبر اور شکر کی اسپرٹ کے ساتھ ہجرت اور نصرت کی رُوح جڑ پکڑے ہُوئے ہے ۔ وہ پھیلتا، پھُولتا اور پھلتا ہی رہے گا ۔

س :۔ کیا قبولِ اسلام سے قبل بھی کبھی آپ نے اسلام کی عظمت کا احساس اور اعتراف کیا ہے ؟

ج :۔ چونکہ میں نے دس بڑے مذاہب کو ان کی اصل صورت میں پڑھ رکھا ہے ۔ اس لئے مجھے حق گوئی میں کوئی تامل نہیں ہوتا تھا ۔ میرے ہم عصروں میں ہندو دنیا کے بڑے بڑے جگت گرو شنکر اچاریہ ۔ رام گوپال شال والے ۔ پوری کے شنکر اچاریہ ، مہامنڈ کیشور ۔ سوامی اکھنڈانندجی ۔ گرو گولوالکر بابا صاحب ، دیش مکھ بال ٹھاکرے ۔ اٹل بہاری باجپئی ۔ نانا صاحب دیش مکھ ونوبھاوے وغیرہ رہے ہیں ۔

اچاریہ ونوبھاوے مجھ پر بہت مہربان رہتے تھے ۔ ۱۹۸۱ء کے شروع میں ان کے آشرم پرم دھام میں مجھے خاص طور پر تقاریر

کے لئے مدعو کیا گیا تھا۔ کئی لوگوں کے علاوہ اس وقت وہاں دادا دھرم ادھیکاری مرکزی وزیر سیتارام کیسری اور ونوبا جی موجود تھے۔

بات چیت کے دوران دادا دھرم ادھیکاری نے اچانک مجھ سے ایک سنجیدہ سوال پوچھ ڈالا،

"سوامی جی! آپ نے دنیا کے تمام دھرموں کے بارے میں پڑھا ہے۔ آپ کو انسان کے لئے سب سے بہتر دھرم کون سا لگا؟"

میں نے جواب دیا۔ "اسلام"

وہ بولے "اسلام تو بہت بندھا ہوا دھرم ہے۔"

میں نے کہا "جو باندھتا ہے۔ وہی آزاد بھی کرتا ہے۔ اور جو پہلے ہی آزاد ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باندھ دیتا ہے۔ اس دھرتی پر آدمی کو ایک عرصہ سے بندھے ہوئے دھرم کی ضرورت ہے۔ جو اسے دنیا میں اچھی طرح باندھ کر رکھے اور پرلوک میں کھول دے۔ اور ایسا دھرم میری رائے میں صرف اسلام ہے۔ اس کے سوا دوسرا ہو نہیں سکتا۔"

س:۔ واقعی بڑی جرأت اور ہمت کی بات تھی۔ جو آپ نے ایک پرائے مذہب کے لئے اتنے اچھے دلائل کے ساتھ پسندیدگی کی بات کہہ دی۔ یہ اپنی جگہ خود یقیناً اسلام کی عظمت کا ثبوت ہے۔ اب اسی کے ساتھ اپنی زندگی میں اظہارِ اسلام کی وجوہات بھی بتادیں

کہ کس جذبہ یا واقعہ سے متاثر ہو کر آپ نے اسلام قبول کیا۔ جبکہ مسلمانوں کی موجودہ زبوں حالی اور مصائب کا آپ کو بخوبی علم تھا آج جبکہ ہر طرف ہندو بنانے کی بات کی جارہی ہے، آپ کے اندر اس کانٹوں بھری راہ پر گامزن ہونے کی جرأت کیونکر پیدا ہوئی؟

ج۔ یہ میری برسوں کی پیاس اور جستجو تھی جو ایک عظیم واقعہ کی صورت میں مکمل ہوئی۔ یہ جنوری ۱۹۸۴ء کی بات ہے۔ جب ایک رات مجھے خواب آیا کہ ایک بڑی بھیڑ میرا پیچھا کر رہی ہے۔ میں دوڑتا ہوں تو وہ بھی دوڑتی ہے، میں ٹھہرتا ہوں تو وہ بھی ٹھہر جاتی ہے۔ اچانک مجھے ٹھوکر لگی اور میں ہاتھوں کے بل زمین پر گر پڑا۔

ایک لمحہ بعد ہی دو انجان ہاتھوں نے سہارا دے کر مجھے کھڑا کیا، کھڑے ہو کر میں اس جگمگاتے روشن چہرے کو مسلسل دیکھے جا رہا تھا لیکن میں پہچان نہیں پا رہا تھا۔ پاس ہی کھڑے ایک صاحب نے فرمایا کہ آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مجھ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کلمہ پڑھو، آپ ﷺ نے میرے سیدھے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں تھام لیا۔ جیسے جیسے فرماتے گئے میں پڑھتا گیا، اس طرح کلمہ طیبہ پورا ہو گیا۔

پھر آپ ﷺ نے مجھے سینے سے لگایا، اور حکم دیا کہ اب اس ملک کو کلمہ پڑھاؤ۔ یہ خواب کتنی دیر تک رہا مجھے کچھ یاد نہیں، لیکن جب آنکھ کھلی تو اس وقت رات کے تین بج رہے تھے۔

اسی طرح کا خواب اسی رات اور اسی وقت میں میری اہلیہ کو بھی ہوا، اس اتفاق اور انعام پر ہم لوگ فرطِ انبساط سے تھرا اٹھے، روح کے تار جھنجھنا اُٹھے۔ ہم اپنے آپ کو پہلی صدی کا مسلمان سمجھنے لگے اور اسی روز سے یہ خواہش زور پکڑنے لگی کہ پہلی صدی کو اصل حالت میں جلد از جلد اس دھرتی پر دیکھ لیں۔

اس خوشگوار خواب نے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ جلد ہی کوئی بڑا انقلاب اس دھرتی پر آنے والا ہے۔ اسی روز سے ہم کوششوں میں جُت گئے کہ کس طرح باقاعدہ کلمہ پڑھا جائے۔ اسی تگ و دو میں دُور نزدیک گھومتے رہے اور مسلمانوں سے ربط ضبط بڑھتا گیا۔ چھُپ چھپ کر نمازیں اور دیگر عبادات چلتی رہیں۔

آخر قسمت نے علماء کے شہر بھوپال میں پہنچا کر ۱۰ مئی ۱۹۸۶ء کو رمضان المبارک کے چاند کے ساتھ ہی ہم یعنی میں، میری اہلیہ اور میری ایک جواں سال بیٹی اس مبارک مذہب اسلام میں داخل ہو گئے، یعنی اپنی فطرت پر آگئے۔ برسوں کے بعد ہم اُجالے میں اطمینان کا سانس لے سکے اور سکون کی نیند سو سکے۔

س: آپ کے اسلامی نام کیا تجویز کئے گئے؟ اور کیا آپ ان سے مطمئن ہیں؟

ج: میرا نام اسلام الحق، اہلیہ کا خدیجہ بیگم اور بیٹی کا عائشہ حق رکھا گیا، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنے بہتر نام ہمارا مقدر بن سکتے ہیں۔

س: "اسلام تلوار سے اور زور و زبردستی سے پھیلا ہے،" یہ عام ہندوؤں

کا ذہن ہے، آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے،

ج: اس کا جیتا جاگتا ثبوت میں خود ہوں، ہاں یہ ضرور ہے بلکہ خاص ہندؤں میں اس بے بنیاد خیال پر جما ہوا ہے، آج قبولِ اسلام کے بعد میرے پاس کئی بڑے بڑے ہندوؤں کے خیالات خطوط اور رسائل کی شکل میں آرہے ہیں، اور میں ان ہی کی زبانوں میں جواب دے رہا ہوں، کاش مسلمانوں نے بھی ایسی کوشش کی ہوتی، اور وہ پورے یقین کے ساتھ دوسروں کو اسلام پہنچاتے،

س: آپ نے بہت سے مذاہب کا مطالعہ کیا ہے جو اسلام سے پرانے ہیں، ان میں کیا اللہ، قرآن، محمد یا اسلام کا ذکر ملتا ہے؟

ج: بدھ ازم اور جین ازم کو چھوڑ کر باقی سب ہی دھرم گرنتھوں میں اللہ، محمدؐ یا احمدؐ نام ملتے ہیں، ویدوں میں تو بہت واضح ہیں، جیسے چاروں ویدوں میں پہلا رگ وید ہے جس کی پہلی رچا ہیں ہی "اَلّا" لفظ آیا ہے جو آگے چل کر لفظ اللہ میں تبدیل ہو جاتا ہے، اسی طرح محمدؐ کے لئے "محسمد" اور احمدؐ کے لئے "احسمد" نام آئے ہیں، قرآن کے لئے رگ وید میں "کمردوں" کا استعمال ہوا ہے،

س: آپ لاکھوں کی دولت اور عیش وعشرت چھوڑ آئے ہیں، آپ اس وقت خوش تھے یا آج ہیں؟ اور آپ کا ذریعہ معاش کیا ہے؟

ج: میرے پاس اگر ساری دنیا کی سلطنت بھی ہوتی تو میں اس نعمتِ عظمیٰ کی خاطر اس کو بھی چھوڑ دیتا، اس کو پاکر میں جتنا خوش ہوں، مطمئن ہوں

وہ ہفت اقلیم کی دولت پا کر بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

میں آیوویدک طریقہ علاج کا ڈاکٹر ہوں۔ اس میں

PARAMYCRO سسٹم سے میں لاعلاج امراض کا اللہ کے فضل و کرم سے شرطیہ علاج کرتا ہوں۔ بیشتر کینسر اور دوسرے موذی امراض کے مریض اس سے شفا پا چکے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ عزت سے دال روٹی کا سہارا ہو جاتا ہے۔

س: سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اب آپ کے خیالات کیا ہیں۔

ج: مجھے اللہ کی پہچان نہ تھی۔ میں قربان ذات مصطفیٰ صلی علیہ وسلم کے جنہوں نے مجھے رب ذوالجلال کی پہچان کرا دی۔ آپؐ مالکِ دوجہان کی مرضی ہیں جو انسانی چولا پہن کر ہمارے درمیان پہنچا دی گئی۔

میں نے جب سے کلمہ پڑھا آپؐ کا
آپؐ میرے ہوئے، میں ہوا آپؐ کا

مختلف رنگ میں مختلف رُوپ میں
ساری دنیا سے مختلف سلسلہ آپؐ کا

کوئی کچھ بھی کہے میرا ایمان ہے یہ
وہ خدا کا ہوا جو ہوا آپؐ کا

اس سے پہلے کسی کی چاہت نہ تھی
اس کو پا کر کسی کی تمنا نہ کی

عشق کی ابتداء بھی اسی سے ہوئی
اور وہی عشق کی انتہا ہو گیا

س:۔ اسلام کے سپاہی کی حیثیت سے آپ عالمی مسلمانوں کو کیا پیغام دینا چاہیں گے۔

ج:۔ عالم اسلام سے میری یہی درخواست ہے کہ اس دریائے دنیا پر چل کر بحفاظت پار ہونے کی جو شرط ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی تھی کہ ہمیشہ ٹکٹکی لگائے میری طرف ہی دیکھتے رہنا۔ اگر ذرا بھی نظریں ہٹیں تو دنیا کے سمندر میں ایسے غرق ہو جاؤگے کہ ڈھونڈنے پر بھی تمہارا کہیں پتہ نہ چلے گا۔

ابھی وقت ہے اپنے آپ کو سنبھال لیں، نظروں کو صحیح مرکز پر مرکوز کر دیں، انشاء اللہ ہر مقام پر فتح و کامرانی ملے گی۔

اس کے لئے میری طرف سے مومن ساز MOMIN MAKING موومنٹ چلانے کی تیاری ہے، جس میں ہر مسلمان کی زندگی کی گہرائیوں میں جھانک کر اس کے دنیوی و دینی مصائب کا حل تلاش کر کے پورے مسلم سماج کو ایک جان اور ایک جسم کرنا ہوگا۔

فی الحال میں نے تین نکاتی پروگرام عملی طور پر شروع کر رکھے ہیں:۔

۱۔ دفاع و تحفظِ اسلام،
۲۔ مسلمانوں کو دنیوی و دینی قدروں کے دائرے میں سنبھالے رکھنا،

۳۔ پوری کائنات کو ان ہی کی زبانوں میں دعوتِ دین پہنچانا۔
س: آپ اپنا رہائشی خط وکتابت کا پتہ بھی ارشاد فرما دیں۔
ج: دونوں ایک ہی ہیں۔

رُوحانی کلینک

۱۵۔ نیلم کالونی نزد مسجد ضوابط لائن، للی ٹاکیز ایریا، بھوپال (ایم پی

باب دوم

مہامہنت ڈاکٹر شنیو شکتی سروپ جی مہاراج ادا سین دھرماچاریہ ادواشکتی پیٹھ کی قبول اسلام کے بعد کراچی آمد پر گفتگو

ہدایت رہنمائی اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ وہ جس کو ہدایت دینا چاہتا ہے۔ اس کے لئے معمولی بہانہ کافی ہوتا ہے۔ ہزاروں ایسے افراد جو زندگی بھر بت پرستی اور شرک میں مشغول رہے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی ادا پسند آ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان کی دولت سے نوازا۔

خواجہ معین الدین رحمتہ اللہ علیہ ایک مرتبہ بیمار ہوئے۔ بیماری کافی طویل ہو گئی۔ بار بار غشی کے دورے پڑتے۔ اس زمانے میں ایک ہندو جوگی اپنی ریاضت سے توجہ کر کے بیماری دور کرنے میں بڑا مشہور تھا۔ مریدین نے عرض کیا۔ حضرت اجازت ہو تو اس کو بلالیں۔ آپ نے غیر مسلم سے علاج کرانا تقوئی کے خلاف محسوس کر کے اجازت مرحمت نہیں فرمائی۔ آپ پر غشی کا دورہ پڑا اور تکلیف زیادہ ہو گئی۔ تو مریدین ضبط نہ کر سکے۔ اور اس ہندو جوگی کو لے آئے۔ اس نے آپ پر توجہ کی اور آپ کو کچھ افاقہ ہو گیا۔ افاقے کی وجہ آپ نے مریدین سے دریافت کی۔ تو پتہ چلا کہ اس ہندو جوگی کو بلایا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اسے بلاؤ۔ اس نے ہم پر احسان کیا۔ اس کا بدلہ چکائیں

ہندو جوگی آیا۔ تو آپ نے اس سے سوال کیا۔

"تم کو یہ کمال کس طرح حاصل ہوا؟"

ہندو جوگی نے کہا۔ کہ میرے گرو نے مجھے یہ تعلیم دی تھی۔ کہ میں ہمیشہ نفس اور خواہشات کے خلاف کام کروں۔ "من" کی نہ مانوں۔ بلکہ "من" جو کہے اس کے مخالف کروں۔ اس ریاضت سے مجھے یہ مرتبہ نصیب ہوا۔

حضرت اجمیریؒ نے فرمایا۔ تمہارا "من" اسلام قبول کرنا چاہتا ہے؟

ہندو جوگی نے کہا۔ نہیں۔ میں ہندو جوگی اور اس مذہب کا بڑا گرو ہوں۔ اسلام قبول کرنے کو میرا "من" کیسے چاہے گا؟

حضرت اجمیریؒ نے فرمایا۔ پھر اس مسئلہ میں "من" کے خلاف کیوں نہیں کرتے؟ ہندو جوگی کے دل میں فوراً بات بیٹھ گئی۔ اور حضرت خواجہ اجمیری رح کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے اسلام قبول کر لیا۔

دیکھئے ساری زندگی بُت پرستی اور ہندوانہ ریاضت میں مشغول شخص پر جب نظر کرم ہوتی ہے۔ تو ایک اللہ والے کا علاج اس کی ہدایت کا بہانہ بن جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے مسلمانوں کو متنبہ فرمایا۔

"بے شک آپ اس کو ہدایت نہیں دے سکتے۔ جس کو آپ پسند کرتے ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں۔ ہدایت فرماتے ہیں (القرآن)

اللہ تعالیٰ کے اس نظر و کرم کا مشاہدہ ہندوستان اور عالم اسلام کے اربوں افراد کو اس وقت ہوا جب 1986ء میں بھوپال کے ایک عالم دین کے

دستِ مبارک پر بندرابن متھرا کے بن کھنڈ آشرم بمبئی کے ملحقہ آشرم ۔ دیواسن آشرم کے بڑے مہنت اور موروثی مالک اور ہند و دنیا کے معروف گرو مہنت ڈاکٹر شنبھوشکتی سروپ جی مہاراج ادا سین دھرما چار یہ اودا شکتی پیٹھ کے اپنی بیوی بچی سمیت اسلام قبول کرنے کی خبر سنی ۔ اس خبر سے مسلمان دنیا میں خوشی کی لہر دوڑ جانا ایک فطری امر تھا ۔ اس خبر سے ایک طرف اگر اسلام کی حقانیت ثابت ہوئی تو دوسری طرف اس مہنت کی خوش قسمتی بھی قابلِ رشک ہے ۔ کہ اللہ ربّ العزت نے بُت پرستی کے اس ماحول میں ان کی ہدایت کا سامان فرمایا ۔ 52 سالہ اس ہندو مہنت کے قبول اسلام کے واقعات جاننا ہر مسلمان کی خواہش ہے ۔ اتفاق سے یہ نومسلم خاندان پاکستان تشریف لایا ۔ تو ادارہ جنگ نے دین کی تبلیغ کے جذبہ سے ڈاکٹر صاحب کے حالات سے اپنے قارئین کو آگاہ کرنا اپنا دینی فریضہ محسوس کیا ۔ اور جنگ فورم میں دعوت دی ۔

جنگ فورم کی تفصیلی گفتگو پیش خدمت ہے :۔

میزبان :۔ ۔ ۔ ۔ نے ڈاکٹر اسلام الحق کو خوش آمدید کہتے ہوئے کہا ۔ جیسا کہ معلوم ہوا ۔ کہ آپ کا پرانا قبول اسلام سے قبل ڈاکٹر سوامی شنبھوشکتی سوروپ جی مہاراج اودے سین پر یکھ دھرما چاریہ تھا ۔ آپ قبول اسلام سے پہلے ہندو مذہب کے بڑے مہنت اور سوامی تھے ۔ آپ قبول اسلام کے بعد اسلام کی تبلیغ و ترویج کا فریضہ انجام دے رہے ہیں ۔ آپ کی پاکستان میں تشریف آوری کا بھی یہی مقصد ہے ۔ اور ہمارے

لئے خوشی کا باعث ہے۔ اس موقع پر ہم آپ سے یہ پوچھنا چاہیں گے آپ نے اسلام شعوری طور پر قبول کیا ہے۔ آپ پیدائشی ہندو تھے۔ وہ کون سی قوت تھی۔ جس نے آپ کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا ؟

ڈاکٹر اسلام الحق :۔ آپ کی محبت و عنایت کا میں شکر گزار ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو اس کارِ خیر کا بدلہ عطا فرمائے۔ ہماری گفتگو کا مقصد دین اسلام اور جو لوگ دینِ اسلام سے متعلق ہیں۔ ان کی فلاح و بہبود ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے میں اپنے بہن بھائیوں سے ملنے پاکستان چلا آیا۔ کتابی طور پر اسلام خوب جانا پہچانا ہے۔ لیکن عملی طور پر کہاں اور کس روپ میں ہے اور کس حد تک اس پر کہاں کہاں عمل ہو رہا ہے۔ اس چیز کا مشاہدہ کرنے اور سیکھنے کے لئے میں پاکستان آیا ہوں۔ میں نے اسلام کیوں قبول کیا۔ اور کون سی قوت نے مجھے اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا۔ اس سلسلے میں گزارش ہے کہ اپنی خوش نصیبی اور سعادت کی بنا پر میں یہ کہوں گا۔ کہ عام طور پر لوگ اسلام قبول کرتے ہیں۔ لیکن میرے ساتھ معاملہ مختلف ہوا۔ میرے اسلام قبول کرنے سے پہلے اسلام نے مجھے قبول کیا۔ اس میں میری کسی کاوش یا جستجو کا دخل نہیں۔ صرف اللہ تعالیٰ کا احسان تھا۔ کہ اس نے میری رہنمائی اور ہدایت فرمائی۔ ۱۹۸۷ء کی ایک رات کی بات ہے۔ میں اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کے

بعد اپنے آشرم کی رہائش گاہ میں آرام کرنے گیا۔ رات خواب میں دیکھا کہ بھیڑ میرے ساتھ چلی آرہی ہے میں جس طرف کا رخ کرتا ہوں بھیڑ بھی اس طرف کا رخ کرتی ہے۔ ایک جگہ میں ٹھوکر کھا کر گرا۔ اتنے میں میں نے محسوس کیا کہ دو نادیدہ ہاتھ مجھے اُٹھا رہے ہیں جیسے جیسے میں اُٹھ رہا ہوں ان نادیدہ ہاتھوں کی شخصیت کی روحانیت اور جاذبیت کا مجھ پر غلبہ ہوتا جا رہا ہے۔ میرے لاشعور میں یہ سوال پیدا ہوا کہ ایسی نورانی اور جاذبیت والی یہ شخصیت کس کی ہے مجھے ایک آواز سی محسوس ہوئی کہ جیسے کوئی کہہ رہا ہو کہ یہ مسلمانوں کی محبوب ترین ہستی اور پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آواز سنتے ہی دل میں سوال پیدا ہوا کہ یہ کس کی آواز ہے۔ لاشعور میں فوراً جواب ابھرا یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسلام کے مطالعہ میں ان دونوں ہستیوں کے نہ صرف ناموں سے میں متعارف تھا بلکہ ان کی عظمت اور دبدبہ میرے تحت الشعور میں محفوظ تھا۔ ان ناموں کی واقفیت سے میرے جذبات میں عجیب سا ہیجان پیدا ہو گیا اور ایسی کیفیت پیدا ہوئی جس کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ اسی دوران آواز آئی کہ کلمہ پڑھو۔ مجھے کلمہ نہیں آتا تھا۔ کیسے پڑھتا۔ خاموش رہا۔ پھر مجھے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھایا گیا اس دوران میں نے محسوس کیا کہ میرا ہاتھ کسی نے اپنے ہاتھ میں لیا اور کلمہ پڑھنے کے بعد مجھے سینے سے لگایا۔ میں جب کلمہ پڑھ چکا تو مجھے کہا گیا اب اس ملک کو کلمہ پڑھاؤ۔ تیسری آواز مجھے یہ آئی کہ

اس صدی کے خاتمہ تک اس سرزمین سے سب کچھ ختم ہو جائے گا اور دوبارہ خلافت کا اس ملک سے آغاز ہوگا۔ اس آواز کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ پتہ نہیں یہ خواب تھا یا میرے تحت الشعور میں چھپے ہوئے اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کئے ہوئے خیالات۔ یا کوئی تخیل اس کو آپ کچھ بھی کہہ لیں لیکن یہ واقعہ میری زندگی کے لئے انقلاب بن گیا۔ میں جب اٹھا تو میری زندگی بدل چکی تھی۔ رات کو تین بجے اٹھ کر جب میں اپنی مذہبی ہندوانہ ریاضت کے لئے گیا تو اب میرا دل اچاٹ ہو چکا تھا۔ کوئی ریاضت مجھ سے نہ ہو سکی۔ بس وہی خیالات میرے ذہن میں بس تھے۔ ایک روحانیت اور ایک خوشبو میرا تعاقب کرتی رہی صبح چھ بجے تک میں اس گومگو کی کیفیت میں رہا۔ صبح اپنی بیوی کے ساتھ اس واقعہ کا ذکر کیا۔ ہم سب نے سنجیدگی سے اس مسئلہ پر غور کیا۔ جتنا ہم سوچتے یہ خیال پختہ ہوتا گیا کہ ہمارے لئے اب اسلام قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں متھرا چھوٹی جگہ تھی اور اس آشرم میں مسلمانوں سے میل جول رکھنا ممکن نہیں تھا۔ یہ بھی اندیشہ تھا کہ اس جگہ اس قسم کے معاملات فسادات کا باعث ہوں گے میں نے سوچا کسی بڑے شہر میں جا کر اپنے اسلام لانے کی جستجو کرنی چاہیے۔ کچھ عرصہ بعد ہم دہلی گئے۔ دہلی کی شاہی مسجد کے خطیب امام بخاری سے ملے بستی نظام الدین میں تبلیغی جماعت کے مرکز میں وہاں کے بزرگوں سے ملے سب نے خوشی کا اظہار کیا اور مجھے کہا آپ بھی تھوڑا اور غور و فکر کریں

ہم بھی آپ کی قبولیتِ اسلام کا طریقۂ کار سوچتے ہیں۔ کیونکہ میں بہر حال ہندو دھرم کا ایک سوامی اور تین آشرم کا متولی تھا۔ ہندوستان میں معمولی معمولی واقعات سے فسادات شروع ہوجاتے ہیں تو میرے اس طرح اسلام قبول کرنے سے بھی فسادات کا اندیشہ تھا۔ اس لئے مسلمانوں کا سوچنا بجا تھا۔

بہر حال میں اور مسلمان دونوں جستجو میں لگے رہے۔ کہ کس طرح اس کام کی تکمیل ہوجائے۔ اسی دوران مدھیہ پردیش میں میرے ایک آشرم کی تعمیر شروع ہوئی۔ تو اس سلسلے میں وہاں گیا اندور اس کے قریب تھا۔ میں نے وہاں کے مسلمانوں سے بات کی۔ لیکن انہوں نے بھی یہی کہا کہ یہ جگہ بھی آپ کے قبولِ اسلام کے لئے مناسب نہیں ہے۔ اس مقصد کے لئے سب سے بہتر علاقہ بھوپال ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت اور علمائے کرام مسکن بھوپال کو اسلام کی ترویج میں اہمیت حاصل ہے۔ اس مشورے کو میں نے بھی قبول کیا۔ آشرم کی تعمیر کے دوران دیوالین میں مجھے معلوم ہوا۔ کہ بھوپال سے کچھ علماء کرام اور تبلیغی جماعت سے متعلق افراد تبلیغ کے سلسلے میں دیوالین آئے ہوئے ہیں۔ میں نے ان سے ملاقات کی اور اپنی خواہش کا اظہار کیا۔

انہوں نے پھر بھوپال جا کر اس کا انتظام کیا۔ اور آخر کار بھوپال کے تبلیغی مسلمانوں کی کاوش سے میری زندگی کا مبارک دن طلوع ہوا اور ۱۵ مئی 1986ء کو بھوپال کے قاضی مولانا عبداللطیف صاحب کے

دست مبارک پر بیعت اسلام کر کے اسلام کی دولت سے مالا مال ہُوا
اس کی میں نے باضابطہ حکومتِ ہند کو اطلاع دی اور نئے نام سے
اپنے تمام کاغذات رجسٹر کرائے ۔ چونکہ اب میرے لئے شہر اور بمبئی وغیرہ
میں رہنا خطرے سے خالی نہیں تھا اور اندیشہ تھا کہ انتہا پسند ہندوؤں
کے ہاتھوں مجھے نقصان نہ پہنچے اس لئے میں نے نئی زندگی گزارنے کے
لئے بھوپال شہر کا ہی انتخاب کیا ۔

نومسلم ڈاکٹر اسلام الحق سے سوال و جواب

سوال :- اس خواب سے پہلے آپ نے اسلام کا مطالعہ کیا تھا ؟
جواب :- جی ہاں ۔ میں نے دس مذاہب کا تقابلی مطالعہ کیا ہے اس
میں ایک مذہب اسلام بھی تھا ۔
سوال :- آپ نے جب ان مذاہب کا تقابلی مطالعہ کیا تو کبھی آپ کو اپنے
مطالعہ میں اسلام نے اپنی طرف آنے کی اپیل کی ۔ آپ اس دوران اس
مذہب سے متاثر ہوئے ؟
جواب :- نہیں ایسا کبھی نہیں ہُوا ۔ اسلام لانے کا واقعہ یا میری زندگی
میں اسلام کی طرف کشش صرف اسی خواب والے واقعہ سے
ہوئی ۔ اسی چیز نے میرے دل میں اسلام قبول کرنے کی اپیل پیدا کی ۔
سوال :- آپ اسلام سے قبل بحیثیت ہندو اچاریہ یا سوامی کے بڑے ٹھاٹھ
والی زندگی بسر کرتے تھے ۔ بحیثیت ہندو رہنما آپ کی بڑی عزت تھی ۔

اسلام قبول کرنے کے بعد بہرحال یہ تمام ٹھاٹھ وغیرہ ختم ہو گئے
آپ ایک عام حیثیت کی زندگی میں آ گئے۔ ان دونوں زندگیوں
میں آپ نے کیا فرق محسوس کیا ؟
جواب:۔ میری پہلی زندگی میری اپنی ذات کے لئے تھی۔ بھگوان
میری زندگی کا تمام محور میں خود تھا۔ میں اپنے لئے جینا تھا۔
لوگ میری آشیرواد لیتے تھے۔ میری پوجا کرتے تھے۔ گویا میں ہی
سب کچھ تھا۔ لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد میری ذاتی زندگی
کا خاتمہ ہوا۔ میں اب اپنے لئے نہیں اپنے خالق سبحانہ کے لئے
اپنی زندگی گزار رہا ہوں۔
سوال:۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ نے کئی ممالک کے دورے کئے
جواب:۔ میں بنگلہ دیش اور ملائیشیا جا چکا ہوں اور اب پاکستان
آیا ہوں۔
سوال:۔ اس دورے کے کیا مقاصد ہیں ؟ کیا اسلام کی اشاعت کے
لئے آپ یہ دورے کر رہے ہیں ؟
جواب:۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا۔ میں نے قرآن مجید، احادیث
نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کیا ہے۔ کتابی علوم سے میں واقف
ہوں میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کا رہن سہن۔ سماج
میں عملی طور پر مسلمانوں کی حالت۔ اسلام اور اس کی تعلیمات
کے ساتھ مسلمانوں کا طرزِ عمل ہیں ان سب چیزوں کو دیکھنا

چاہتا ہوں۔ میں ان ممالک کے مسلمانوں سے مل کر ان سے بات چیت کر کے اسلام کی عملی زندگی کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں۔ ایک دوسرے کے مشن میں تعاون میرا مقصد ہے۔

سوال:۔ آپ نے ہندو معاشرہ کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور اب مسلمانوں کے معاشرے کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ ان دونوں معاشروں میں آپ نے کیا فرق محسوس کیا؟

جواب:۔ اس وقت بدقسمتی سے پوری دنیا میں "مادیت" کا بہت زیادہ زور ہے۔ لوگ مادیت میں جکڑے ہوئے ہیں ہر مذہب کے رہنماؤں نے اپنی "جنتا" کو اپنے مفاد کے استعمال کے لئے آلہ کار بنایا ہوا ہے۔ تمام رہنمایانِ قوم اپنی جنتا اور قوم کے جذبات ابھارنے کے لئے دھرم کا سہارا لیتے ہیں۔ ہندوستان میں ہندو دھرم کے کرتا دھرتا لیڈروں نے ہندو دھرم کے نام پر اپنی قوم کو بے وقوف بنایا ہوا ہے۔ مسلم ممالک میں مسلمان لیڈر اسلام کے نام پر مسلمانوں کے جذبات ابھار کر اپنا الو سیدھا کرتے ہیں۔ اس کو میں ایک مثال سے واضح کروں گا۔

ویدوں کا جو رام ہے وہ کبھی روپ نہیں لیتا۔ لیکن ہندوستان میں ایک رام اس کے علاوہ جو پیدا ہوئے وہ دشرتھ کے بیٹے تھے۔ وہ بھگوان نہیں تھے۔ لیکن اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ "پرانوں" کے دور میں اس کو

بھگوان کا روپ دے کر اس کو شہرت دی گئی۔ اب اس خیالی اور اپنے بنائے ہوئے بھگوان کے نام پر ہندو دنیا کو منظم اور متحد کیا گیا۔ اور بابری مسجد کے لئے ان کو مسلمانوں کے خلاف صف آرا کر کے اپنا الو سیدھا کیا جا رہا ہے۔

اسی طرح مسلم ممالک میں لوگ اسلام کا نام لے کر اپنی گدیاں بناتے ہیں۔ اپنی سیاست چمکاتے ہیں۔ اس کو اپنی شہرت کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ تو اس وقت پوری دنیا کے معاشروں پر مادیت کا غلبہ ہے۔ اسلام کی جو اصل اسپرٹ اللہ تعالیٰ کے لئے زندگی گذارنا اور اس کے لئے جینا تھا۔ اس کے لئے مرنا اور اس کے لئے کھانا پینا جو اسلام کی اصل روح تھی۔ وہ مسلمانوں نے ختم کر لی ہے یہ چیز اب مسلمانوں میں نظر نہیں آتی۔ بات اللہ تعالیٰ کی ضرور کرتے ہیں۔ لیکن عملی طور پہ ایسا نہیں ہے۔

سوال :۔ یہ آپ نے اجتماعی خرابی کی بات کی ہے۔ میں پوچھنا یہ چاہ رہا تھا کہ مسلمانوں کی زندگی کے انفرادی مشاہدہ کے بعد آپ ان دونوں زندگیوں کے درمیان کیا فرق محسوس کرتے ہیں ؟

جواب :۔ ہندو معاشرہ تو خالص مادیت کا معاشرہ ہے۔ اس میں مادیت کے علاوہ کسی سے بحث نہیں ہے۔ اس لئے اس کی تو بات ہی بیکار ہے۔ البتہ اب تک میں نے ہندوستان، بنگلہ دیش اور ملائشیا کے مسلمانوں کی زندگی کا ایک حد تک مشاہدہ

کیا ہے تو میں نے یہ محسوس کیا کہ اسلام کے جو تقاضے اور جو خوب صورتی ہے جس کی وجہ سے اسلام میں بیوٹی اور مہک پیدا ہوتی ہے مسلمان ان تقاضوں سے ہٹتا چلا جا رہا ہے۔ زیادہ تر ایسے لوگوں کی تعداد ہے جو اپنی دنیا بنانے کے لئے جی رہے ہیں۔ آخرت دوسرے نمبر پر ہے پہلے نمبر پر یہ بات ہے کہ وہ کھاتے پیتے اچھی زندگی گذاریں۔ اسلام کی اصل تعلیمات مسلمانوں نے چھوڑ دی ہیں۔

سوال:- آپ ہندو دھرم کے بڑے سوامی تھے۔ آپ کے مسلمان ہونے پر احتجاج وغیرہ ہوا؟

جواب: زیادہ احتجاج نہیں ہوا۔ حکومت وغیرہ نے انکوائری کرائی۔ لیکن ہندو کی طرف سے سوشل احتجاج زیادہ نہیں ہوا۔ حکومت اور اُنہوں نے اپنے کو سیکولر ظاہر کرنے کے لئے اس قسم کے اقدام سے گریز کرتے ہوئے ایک اور چال چلی۔ کہ ایسے مسلمانوں کو جو ہندوؤں کے آلہ کار ہیں۔ اُن کو میرے خلاف اکسایا۔ اُنہوں نے میرے خلاف پروپیگنڈہ کیا۔ مجھے دھوکہ باز اور چال باز ثابت کرنے کی کوشش کی۔ میرے خلاف مسلمانوں میں محاذ بنایا۔ تاکہ میں مسلم سماج میں جگہ نہ پا سکوں۔ پریشان اور بدظن ہو کر دوبارہ اپنے مذہب کی طرف چلا جاؤں۔ کیونکہ انسانی فطرت ہے کہ وہ بغیر سوسائٹی اور معاشرے کے نہیں رہ سکتا۔ جب سوسائٹی اسے قبول ہی نہیں کرے گی۔ تو لامحالہ وہ کسی سوسائٹی کی طرف رجوع کرے گا۔ اگر

مجھے مسلم سوسائٹی ان کے پروپیگنڈے کے مطابق جگہ نہ دیتی تو لامحالہ میں اپنی سوسائٹی کی طرف دوبارہ واپس جاتا۔ لیکن چونکہ اسلام قبول کرنے میں میرا کوئی ذاتی مفاد وابستہ نہیں تھا۔ اسی لئے میں اپنی جگہ مضبوطی سے جما رہا۔ اسلام کی دولت مجھے عنایت خداوندی کی بنا پر ملی تھی۔ اس لئے مجھ میں ایسی چیزوں سے کوئی تذبذب پیدا نہیں ہوا۔ میں اسلام قبول کرنے سے پہلے ہی آگاہ تھا۔ دو سال مسلسل میں نے اس پر غور کیا تھا۔ مجھے اس پروپیگنڈے کی وجہ سے مشکلات پیش آئیں۔ بعض جگہ مجھے کرایہ کے مکان تک نہیں ملے کیونکہ فساد کا اندیشہ تھا۔ لیکن الحمدللہ میں مسلمان ہی رہا۔ اور ہندوؤں کے منصوبے کو میں نے ناکام بنا دیا۔ یہ بعض لوگوں کا معاملہ ہے۔ بہت سارے مسلمانوں نے میرے ساتھ خوب تعاون کیا۔ جیسا کہ پہلے میں نے ذکر کیا ہے۔ اور انہی کی کوششوں سے مجھے اسلام قبول کرنے کی سہولت حاصل ہوئی۔ بہرحال ہر طبقے میں دونوں قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ہندوؤں کے آلہ کاروں نے میرے ساتھ تعاون نہیں کیا۔ اور صحیح مسلمانوں نے میرے ساتھ ہر قسم کا تعاون کر کے ساتھ دیا۔

سوال :۔ مسلمان مذہبی رہنماؤں کا رویہ آپ کے ساتھ کیسا رہا ؟

جواب : ہندوستان کی حالت آپ کو معلوم ہے۔ اگرچہ وہ ظاہراً ایک سیکولر ملک ہے۔ لیکن اس کی حکومت اور عوام خالص ہندوانہ ذہنیت کے مالک ہیں۔ آئے دن فسادات کی وجہ سے مسلمان بڑی مصیبت میں مبتلا

ہیں معمولی واقعات کو بہانہ بنا کر مسلم کش فسادات شروع کر دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے فطری بات ہے کہ جب میں نے اسلام قبول کرنے کا عندیہ ظاہر کیا۔ تو ان کو جھجک ہوئی۔ انہوں نے سوچا کہ یہ کہیں ہندوؤں کی کوئی چال نہ ہو۔ میرے اعلانیہ مسلمان بنانے سے ہندو مسلم فسادات کا لامحدود آغاز نہ ہو جائے۔ اس لئے ان لوگوں نے شروع میں کچھ تامل کیا۔ پھر ان کو اس بات کا بھی شدید اندیشہ تھا۔ کہ اسلام قبول کرنے کے بعد میں ہندوؤں کے دباؤ کی وجہ سے دوبارہ ہندو نہ ہو جاؤں۔ اور یہ زیادہ بدنامی کی بات تھی۔ اس لئے انہوں نے ابتدا میں مجھے بھی سوچنے کا کہا۔ اور خود بھی میرے اسلام قبول کرنے کے طریقۂ کار کے بارے میں مشورہ کرنا مناسب خیال کیا۔ انہی مشوروں اور تاخیر کا یہ فائدہ ہوا۔ کہ میرے قبولیت اسلام کا واقعہ نہ میرے لئے اور نہ ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے پریشانی اور فسادات کا باعث ہوا۔ قبول اسلام کے بعد مجھے ہر قسم کا تعاون ان مذہبی رہنماؤں کا حاصل ہوا۔ تبلیغی جماعت کی کوشش سے بھوپال میں میرے اسلام قبول کرنے کی جگہ طے ہوئی۔ دیگر مذہبی جماعتوں نے مجھے اپنے پروگراموں میں بلایا۔ میرے اسلام قبول کرنے کے واقعات سے دوسروں کو مسلمان بننے کی ترغیب دلائی۔ مسلمانوں کے اخبارات میں میرے انٹرویو شائع ہوئے۔ ہندوستان کے حالات کی بنا پر اس سے زیادہ تعاون ان کے لئے ممکن نہ تھا۔

سوال - آپ ہندو مذہب کے بڑے مہنت تھے اور 52 سالہ زندگی میں آپ کے بہت پیروکار ہوں گے ۔ بعض پیروکار آپ پر جان بھی دیتے ہوں گے ۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ نے ان کو قبول اسلام کی دعوت دی اور انہوں نے آپ کی دعوت قبول کی ؟

جواب :- جی ہاں بہت سے لوگ میرے اسلام قبول کرنے کے بعد مسلمان ہوئے ۔ بعض اچاری مسلمان ہوئے ۔ مشہور ہندو لیڈر کملاپتی ترپاٹھی مع خاندان اور مشہور راجہ بینگ سنگھ نے اسلام قبول کیا ۔ اس طرح کچھ کچھ کرکے لوگ اسلام قبول کرتے رہے ۔ چونکہ میرے ساتھ کوئی بڑا ادارہ وابستہ نہیں تھا ۔ اس لئے منظم طور پر ایسا کام نہیں ہوا ۔

پیر اثر واقعہ ایک واقعہ سے اس کی وضاحت ہوجائے گی ۔ میرے ایک پیروکار رام سنگھ کرناٹک میں رہتے تھے ۔ ان کا خاندان آبائی طور پر ہمارے آشرم سے وابستہ تھا ۔ اس کی مٹھائی کی دکان تھی ۔ ایک مسلمان اس سے روز شام کو مٹھائی خریدتا تھا ۔ ایک دن اُردو اخبار میں میرا انٹرویو اس مسلمان نے دیکھا ۔ تو رام سنگھ کو اس نے بتایا ۔ اس نے میری تصویر دیکھی تو پہچان گیا ۔ اس نے اس مسلمان سے انٹرویو میں شائع شدہ پتہ حاصل کیا اور مجھے خط لکھا ۔ میں نے اس کو جواب دیا ۔ تو اس نے مجھ سے بھوپال آکر ملاقات کی ۔ ملاقات کے وقت جب میرے پاؤں چھونے لگا تو میں نے اُس کو منع کرکے سینے سے لگا لیا ۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور وہ رونے لگا

میں نے کہا۔کیا بات ہے؟ کیوں رو تے ہو؟۔
اُس نے کہا کہ میں نے آج تک آپ کے جسم کو نہیں چھُوا تھا۔صرف آپ کے چرنوں کو ہاتھ لگایا تھا۔
میں نے کہا یہ میرا کمال نہیں ہے۔بلکہ اسلام کا کمال ہے۔اسلام کسی انسان کے قدموں پر جھکنے یا ہاتھ لگانے سے منع کرتا ہے۔ اس میں سینے سے لگایا جاتا ہے۔اس واقعہ سے متاثر ہو کر وہ اسی شام مسلمان ہوگیا۔
اس قسم کے واقعات سے جہاں مسلمانوں کو قوت مل رہی تھی۔ اور بھوپال میں اسلام قبول کرنے کے لئے آنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا۔مسلم دنیا میں میرے ایمان قبول کرنے کے بعد اسلام کی ایک بڑی لہر آئی۔اور یہ لہر آنا فطری بات تھی۔ایک ہندو سوامی کی طرف سے اسلام کی حقانیت کا اعلان ایک طرف مسلمانوں کے لئے تقویت کا باعث تھی تو دوسری طرف کمزور ذہن کے غیر مسلموں کے لئے بھی اسلام کی طرف ترغیب کا ذریعہ تھی۔
لیکن میرے قبول اسلام سے ہندوؤں میں بھی زلزلہ پیدا ہوا۔ہندو دنیا کے دماغ سوچنے لگے کہ ہم اس کے قبول اسلام کے واقعہ کے تاثرات جو ہندو دنیا پر پڑ رہے ہیں۔کیسے ختم کریں۔کیونکہ اسلام قبول کر کے اس آدمی اور ہنت نے کچھ چیلنج دیئے ہیں۔بڑا چیلنج یہ دیا۔کہ اس خطے سے ہندو مذہب ختم ہوجائے گا۔اگر وہ ان چیلنج کا جواب نہیں دیتے تو ہندو قوم اپنے مذہب پر سے اعتماد کھو دیگی

مذہبی حوالے سے ہندوؤں کا بابری مسجد پر دعویٰ جھوٹا ہے

متھرا کے سابق مہامنت نومسلم ڈاکٹر اسلام الحق کا تحقیقی تجزیہ

بابری مسجد رام جنم بھومی ہے ، یہ مسجد نہیں۔ ہندوؤں کا مقدس مقام ہے یہ ہمارے دیوتا اور بھگوان کی جائے پیدائش ہے ، اس جگہ ہم اپنے رام کی یادگار بنائیں گے . . . یہ وہ شور ہے جو پورے ہندوستان میں متعصب ہندوؤں نے مچایا ہوا ہے اور گذشتہ چند سالوں میں اس کی آڑ میں ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کا خون بہایا جاچکا ہے ۔ اور پتہ نہیں اس مسجد اور اس قسم کی سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں مسجدوں پر اس قسم کے مفروضہ اور جھوٹے اور من گھڑت واقعات کا لبادہ اوڑھا کر اور کتنے ہی بے گناہ مسلمانوں کا خون بہایا جائے گا ۔ سیکولر حکومت کی دعویدار ہندوستانی حکومت اور گاندھی جی کے عدم تشدد کے پیروکار رام کے پجاری امن اور مروّت کے نام پر کب تک مسلمان کے خون کی ہولی کھیلتے رہیں گے لیکن ان کو پتہ نہیں کہ مسلمان نہ اس طرح دنیا سے مٹا ہے اور نہ مٹ سکے گا۔ یہ تو آزمائش کی بھٹی میں مزید کندن ہوتا ہے ۔ مقابلے میں اس کی ایمانی حرارت میں مزید جوش پیدا ہوتا ہے ۔ آتش ایمان مزید بھڑکتی ہے ۔ بابری مسجد کس رام کا جنم بھومی ہے ، اس کا اگر ہندوؤں کی مذہبی کتابوں اور ویدوں اور گیتاؤں کی روشنی میں جائزہ لیں تو ان کی مقدس کتابیں ہندوؤں کے تمام دعوؤں کو جھوٹا اور

من گھڑت ثابت کرتی ہیں۔ میں 52 سال تک اس مذہب کا مہانت اور سوامی رہ چکا ہوں۔ مجھ سے زیادہ اور کون اس مذہب کی گہرائیوں سے واقف ہوگا میں نہ صرف ہندو مذہب بلکہ 9 دیگر مذاہب کا بھی مطالعہ کر چکا ہوں۔ میں نے ہندوستان کی تاریخ کا بھی ایک حد تک مطالعہ کیا ہے۔ میں دعویٰ سے ثابت کر سکتا ہوں کہ ہندو مذہب کی کسی بھی مقدس کتاب میں اس بات کا اشارہ تک نہیں ملتا کہ بابری مسجد یا اجودھیا میں کسی مقدس شخصیت کی پیدائش ہوئی ہو۔ اس سے پہلے کہ ہم بابری مسجد کی تاریخی حیثیت پر کچھ بحث کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں کے رام کے سلسلے میں کچھ حقائق بیان کر دیے جائیں تاکہ اس قضیہ کی مکمل وضاحت ہو جائے۔ ہندوؤں کی کوئی اپنی تہذیب اور دھرم نہیں تھا بلکہ ہندوؤں نے یہ تمام چیزیں آریہ تہذیب سے لی ہیں۔ ہندو اور آریہ دو الگ ذاتیں اور دو الگ کلچر کے لوگ تھے اور اب بھی ان دونوں کو الگ تہذیب اور کلچر اور ذاتیں سمجھا جاتا ہے۔ گزشتہ ادوار میں آریوں نے تے جس طرح مسلمانوں کے مذاہب کے معاملے میں مناظرے کئے، ہندوؤں سے بھی مناظرے کئے۔ ہندو مذہب کی اپنی کوئی مقدس شخصیت نہیں ہے اور نہ ہی ان میں کوئی مہا پرش پیدا ہوا، بلکہ انہوں نے آریہ مذہب کی مقدس شخصیات کو اپنا رام بنایا اور ان کی پوجا شروع کی۔ جب مذہب کا کوئی رام ......

کوئی مہا پرش ہی نہیں تو اس کا یہ دعویٰ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ اجودھیا میں بابری مسجد والی جگہ ان کے رام کی جنم بھومی ہے۔ اگر آریہ اس قسم کا دعویٰ کرتے تو اس کے حقیقی یا صحیح ہونے کے بارے میں سوچا بھی جا سکتا تھا۔

ہم جب بھارت کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں رام کے نام سے تین شخصیات کا پتہ چلتا ہے۔ (۱) کوشلیا کے بیٹے "رام" ...... (کوشلیا دشرتھ کی بیوی تھی) (۲) جم رگنی کے بیٹے "پرشو رام" ...... (3) واسودے "اور وھنی کے بیٹے "بلرام" ..... ان تین کے علاوہ ایک اور رام کا بھی پتہ چلتا ہے جس کے بارے میں ویدک لٹریچر یہ وضاحت کرتا ہے یہ وہ رام ہے جو کبھی جنم نہیں لیتا ...... پیدا نہیں ہوتا ..... اس کے بارے میں مذہبی کتابوں میں ایک "سوتر" (مقدس کلام) لکھتا ہے،

"رمنتے یوگی نا اسمن اتی راما"

اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ رام کی یہ شخصیت ظہور میں نہیں آئی بلکہ یہ وہ جوہر (ایلیمنٹ) ہے جو یوگیوں میں حلول ہوتا ہے۔ یہ وہ رام ہے جو کسی بھی تاریخ .... جغرافیہ کے حدود سے باہر ہے اور یہ موجودہ تمام کائنات اس کی ایک پوئٹری اور نظم ہے جو اس کا ذکر کرتی ہے۔ اس رام کے بارے میں ہندوؤں کے "سنت کبیر" (بڑے فقیر) نے کہا ہے کہ اس رام کو دنیا اور افق کے کناروں کی گہرائیوں میں ڈوب کر پایا جا سکتا ہے۔ اس کے بارے میں سنت کبیر نے ایک کہاوت بھی کہی ہے

ایک رام دشرت کا بیٹا ایک رام گھٹ گھٹ میں لیٹیا
ایک رام نے جگت پسارا ... ایک رام تینو سے نیارا

ہندو جگت نے کوشلیا کے بیٹے رام کو بھگوان کے روپ میں مانا ہے۔ "رکشی "بالمیک" نے اسی کوشلیا کے بیٹے رام کو آری جاتی (آریوں کے مقابل تقلید آمیز

انسان کے روپ میں شمار کیا ہے، دیکھئے وہ رام جو انسان اور آریوں کا ایک ہیرو تھا، اس کو ہندوؤں نے بھگوان کا روپ دے دیا۔ بھگوان رام کی پیدائش کی جگہ کے بارے میں ہندوؤں نے دعویٰ کیا ہے لیکن اس بھگوان رام کی وفات کہاں ہوئی اس کے بارے ہندو مذہب کی کتابیں خاموش ہیں۔

بلکہ اگر دیکھا جائے تو عام اصول یہ ہے کہ جو اس دنیا میں آیا۔۔۔۔۔۔ پیدا ہوا۔۔۔۔۔۔ اس کی وفات ضرور ہوگی۔۔۔۔۔۔ جس شخصیت یا ذات کی موت کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلتا تو اس کی پیدائش کے دعویٰ یا پیدائش کی جگہ کے دعویٰ کو کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

ہندو مذہب کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو "رام" کے سلسلے میں جو افسانے اور کہانیاں ملتی ہیں وہ بہت زیادہ تضادات کی حامل ہیں، ہزاروں کی تعداد میں رامائنیں ہیں لیکن سب کی کہانی اور کتھا الگ الگ ہے، اگرچہ ان تمام کہانیوں کی بنیاد "بالمیک رامائن" ہے اور تمام افسانوں کا ماخذ ہوتی ہے، لیکن ہر رام کی کہانی دوسری کہانی سے جدا اور الگ نظر آتی ہے اور انسان ان کو پڑھ کر عجیب تذبذب میں مبتلا ہو جاتا ہے "شتت پت" برھمن" (ہندوؤں کی مذہبی کتاب" میں رام کو "اوپ تپسوتی اور اپ تپسونی" کے بیٹے کے روپ میں تسلیم کیا ہے، الغرض ہر جگہ آپ کو اس سلسلے میں تضاد نظر آئے گا۔

بدھ کتھاؤں میں "رام" کا روپ

بدھ مذہب کے لٹریچر میں ہندو دیوی دیوتاؤں کا روپ، بدھ مذہب سے جوڑا گیا ہے، اس لٹریچر میں اس بدھ کے بہت سے جنموں کی بات کی گئی ہے

اور" تناسخ" کے فلسفہ پر اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ بدھ کا ایک جنم "رام پنڈت" کے روپ میں مانا گیا، یعنی یہ کہا گیا ہے کہ بدھ "رام" تھے۔ افسانہ کو اس انداز میں مرتب کیا گیا کہ دشرت اجودھیا کے نہیں بلکہ بنارس کے راجہ تھے۔ ان کے دو بیٹے "رام پنڈت" اور لکھمن اور ایک بیٹی سیتا تھی۔ اگرچہ عام کتابوں میں یہ مشہور ہے کہ سیتا ان کی بیوی تھی لیکن اس کہانی میں سیتا کو ان کی بہن کہا گیا ہے۔ رام پنڈت کی ماں کا انتقال ہو گیا تو راجہ دشرت نے دوسری شادی کی۔ اس سے اس کا ایک لڑکا "بھرت" پیدا ہوا۔ راجہ دشرت ایک مرتبہ بیوی کی کسی ادا سے خوش ہو کر اس سے وعدہ کر بیٹھا کہ وہ اس سے جو کچھ مانگے وہ دے گا۔ ایک مرتبہ بیوی نے اس سے کہا اپنے وعدہ کے مطابق میری خواہش پوری کریں۔ راجہ نے پوچھا تمہاری کیا خواہش ہے۔ اس نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ میرے بیٹے "بھرت" کو آپ گدی پر بٹھا دیں اور اپنے دونوں بیٹوں پنڈت اور لکھمن کو جنگل بدر کر دیں۔ راجہ وعدہ کی وجہ سے مجبور ہو گیا اور اس نے اپنے دو بچوں کو ۱۲ سال کے لئے جنگل بھیج دیا۔ بھائیوں کے ساتھ بہن بھی جنگل چلی گئی۔ ۹ سال بعد دشرت کا انتقال ہو گیا۔ باپ کے مرنے کے بعد "بھرت" بھائی کو لینے ہمالیہ کے جنگل گیا لیکن رام پنڈت نے واپس آنے سے انکار کر دیا کہ وہ ۱۲ سال جلاوطنی پوری کرے گا اپنے والد کا وعدہ پورا کرے گا۔ بھرت واپس آ گیا۔ اس کے ساتھ لکھمن اور سیتا واپس آ گئے۔ ۱۲ سال جلاوطنی پوری کر کے رام پنڈت جب واپس آیا تو "بھرت" نے اپنی گدی اس کے حوالے کی۔ رام پنڈت نے واپس آ کر سیتا سے شادی کر لی اور تقریباً "سولہ سال حکومت کی۔ بدھ مذہب کی اس رام کے افسانہ میں" پتا شدودھن"

دشرت تھے، بڑی ماں مہاماما دشرت کی بیوی اور رام کی ماں تھیں اور رام کی بیوی سیتا تھی اور آنند بھرت تھے اور رام پنڈت خود رام تھے، جین دھرم میں رام کو جنت میں اور لکھمن کو جہنم میں دکھایا گیا ہے اور رام کی آٹھ ہزار بیویاں بتائی گئی ہیں،

ہندو پرانوں میں رام

رام کو بھگوان کے روپ میں ہندوؤں میں "پرانوں" کے دور میں تسلیم کیا گیا ہے، اس سے پہلے کے دور میں اس کو رام کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک انسان کی حیثیت سے مانا جاتا تھا، پرانوں کے دور میں رام کو بشنوں کا اوتار ..... سیتا کو لکشمی کا اوتار ..... بھرت کو شنکھ (سینگ) کا اوتار ..... لکھمن کو شیشں کا اوتار شتروگھن کو چکر کا اوتار مانا گیا ہے،

یہ تو بات تھی رام کی اس سلسلے میں آپ نے دیکھا کہ رام کی پیدائش کے سلسلے میں کہیں بھی اجودھیا کا ذکر نہیں ملتا۔ ہندو ویدوں میں ایودھیا کا لفظ آیا ہے جو بعد میں بگڑ کر اجودھیا ہوگیا۔ یہ سنسکرت میں جنگ کے معنی میں آتا ہے، ویدوں میں اجودھیا کا لفظ جو ذکر ہوا ہے وہ کسی علاقے کے نام کے طور پر نہیں بلکہ انسانی جسم کے لیے استعمال ہوا،

یہ اتھروید کا سنت (کلام ہے) اس کا مطلب ہے کہ ایودھیا میں آٹھ چکر ہیں نو دروازے ہیں اور سونے سے بھری ہوئی بستی ہے جہاں نور ہی نور ہے، اگر اس کہاوت یا منتر کی روشنی میں موجودہ اجودھیا کا جائزہ لیتے ہیں تو نہ اس علاقے میں آٹھ چکر ہیں اور نہ ہی نو دروازے ہیں اور نہ سونا ہے اور نہ نور نظر آتا ہے، اس کہاوت کا مقصد انسانی جسم کا مشاہدہ ہے اور اس کہاوت سے مقصد انسان؛

کادل ہے۔ اس کہاوت کے معنی یہ ہیں کہ رام کے پیدا ہونے کی جگہ یہ دنیا یا کوئی خاص مقام نہیں ہے بلکہ رام انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔۔۔۔ چونکہ انسان کا دل ہر جگہ ہوتا ہے تو اس لیے وہ رام جو کسی خاص جگہ کے ساتھ خاص نہیں وہ انسان کے دل میں نمودار ہوتا ہے اس لیئے ہندوؤں کا یہ دعویٰ کرنا کہ اس کہاوت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اجودھیا کے اس مقام پر جہاں بابری مسجد ہے رام پیدا ہوئے تھے اور وہ رام جنم بھومی ہے بالکل غلط اور اس کہاوت کی اصل منشا کے خلاف ہے، بابری مسجد سولہویں صدی میں تعمیر ہوئی۔۔۔۔ بابر بادشاہ کے ایک حاکم نے نماز باجماعت ادا کرنے کی غرض سے یہ مسجد تعمیر کی جس وقت یہ مسجد تعمیر کی گئی وہاں پر کچھ نہیں تھا۔ وقت گذرنے کے ساتھ ضرورت کے مطابق اس مسجد میں ردوبدل ہوتا رہا اور تعمیر میں اضافہ کیا گیا اور اس کا نام بابری مسجد پڑ گیا کیونکہ یہ بابر کے دور میں تعمیر ہوئی تھی۔۔۔۔ ہم سولہویں صدی کی ہندو تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں کہیں اس بات کا ذکر نہیں ملتا کہ اس جگہ مندر تعمیر تھا اور مسلمان بادشاہوں نے مندروں کو ختم کر کے مساجد تعمیر کرلیں، اگر ایسا ہوتا تو ہندوستان کے مورخ ضرور اس کا ذکر کرتے کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کی ہندوستان میں آمد اور علاقوں کی فتوحات کا تفصیلی ذکر کیا ہے، خود بابر بادشاہ کے زمانہ میں یہ مسجد تعمیر ہوئی سیکولر صوفی مصلح قوم بابا گرونانک موجود تھے، انہوں نے اپنی کہاوتوں اور مقدس کتابوں میں بابر بادشاہ کی آمد۔۔۔۔ فوجوں کے ذریعہ ہندو قوم کو محکوم بنانے اور ہندوستان پر قبضہ کا ذکر کیا ہے لیکن اس کا ذکر کہیں نہیں کیا بابر یا اس کی فوجوں نے مندروں کو ڈھایا یا دیگر عبادت خانوں کو ختم کیا اور ان کی جگہ مساجد

تعبیر کیں ...... اس جھگڑے کا آغاز برٹش حکومت کے زمانے میں سب سے پہلے 1885ء میں ہوا، ایک ہندو پجاری نے فیض آباد کے مجسٹریٹ کے روبرو درخواست دی کہ بابری مسجد مندر ہے اس کو منہدم کر کے مندر بنانے کی اجازت دی جائے، مجسٹریٹ نے سماعت کے بعد فیصلہ دیا کہ ہندو پجاری کا دعویٰ بالکل جھوٹا ہے اس لئے اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی، 1886ء میں دوبارہ ایک نئی اپیل دائر کی گئی کہ اس زمین کا مالک ہندو پجاری ہے اس زمانے کے کمشنر نے اس معاملے کی تحقیقات کروائیں اور فیصلہ دیا کہ قانونی کاغذات اور حقائق کے مطابق ہندو پجاری اپنا دعویٰ ثابت نہیں کر سکا اور نہ اس کے پاس کوئی ثبوت ہے اس لیے اس کا یہ دعویٰ خارج کیا جاتا ہے ...... 1946ء کو اس مسجد اور اس سے متعلقہ جائیداد کو وقف پراپرٹی قرار دیکر محکمۂ اوقاف کے حوالے کر دیا گیا، 1949ء میں آزادیٔ ہندوستان کے بعد ہندوؤں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں کی کمزوری کو دیکھتے ہوئے لوٹ مار اور فسادات کی آڑ میں اس مسجد میں زبردستی گھس کر رام کی مورتی آویزاں کر دی اور اس کا مجسمہ نصب کر دیا۔

کتنے افسوس اور حیرت کا مقام ہے کہ انگریز جو مسلمان دشمنی میں سب سے اوّل تھا اس کی حکومت میں تو کوئی یہ جرأت نہ کر سکا کہ مسلمانوں کی عبادت گاہ کا تقدس پامال کرے لیکن سیکولر ہندوؤں کی حکومت قائم ہوتے ہی سیکولرازم کے تمام دعوؤں کے باوجود ہندوستان سے بہت آسانی کے ساتھ نہ صرف پورے ہندوستان میں مسلمانوں کی جان و مال کو تلف کیا بلکہ ان کی عبادت گاہوں کی حرمت کا بھی خیال نہیں کیا جو کام مسلمانوں کی غلامی کے دور میں ممکن نہ ہو سکا، آزادیٔ ہند کے فوراً بعد کر دیا

گیا۔ اس سے زیادہ ہندو تعصب کا اور کیا واضح ثبوت ہو سکتا ہے۔ نومبر ۱۹۸۹ء کو مسجد کے احاطے میں گھس کر ہندوؤں نے زبردستی اپنا پرچم لہرا دیا۔ اس کے سات دن بعد سرکاری طور پر مسجد کے پلاٹ پر مندر کی اجازت دے گئی۔ ہندوؤں کا دعویٰ ہے۔ کہ ہندوستان مسلم دور میں چار ہزار کے قریب مندروں کو مساجد کی شکل میں تبدیل کیا گیا جن میں سے وہ تین مساجد کو جو ان کے مقدس اور متبرک مقام ہیں۔ ضرور آزاد کرانا چاہتے ہیں۔ ان میں سے ایک بابری مسجد دوسری کرشن جنم بھومی متھرا اور تیسرا کاشی وشوا ناتھ بنارس ہے۔ ہندوؤں کا کہنا ہے کہ اگر یہ تین جگہیں ان کو دے دی جائیں۔ تو وہ دوسری جگہوں سے دستبردار ہو جائیں گے

اوّل تو ہندوؤں کا یہ دعویٰ ہی غلط ہے۔ پوری مسلم تاریخ کے مطالعہ سے یہ کہیں بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کسی مسلم بادشاہ نے ہندوؤں کی عبادت گاہوں کو چھیڑا ہو۔ بلکہ انہوں نے ہندوؤں سے زیادہ ان کے مقدس مقامات کی حفاظت کی۔ ہندوؤں کو زبردستی مسلمان نہیں بنایا۔ ان کو غلامی کی زنجیروں میں نہیں جکڑا۔ ان کو مکمل مذہب کی آزادی دی۔ یہی وجہ ہے کہ آٹھ سو سال حکومت کرنے کے باوجود ہندوستان میں آج تک ہندو اپنے مذہب پر قائم ہیں۔ اگر مسلمان بادشاہ زبردستی کرتے تو برصغیر میں ایک بھی ہندو باقی نہیں رہتا۔ اس حقیقت کے باوجود اگر ہم تسلیم کر لیں۔ کہ فسادات روکنے کے لئے یہ تین مقدس مقام دے دیئے جائیں۔ تو اس بات کی کیا ضمانت ہے۔ کہ وہ دیگر مقامات پر فسادات نہیں

کریں گے؟

ہندوؤں کی تاریخ گواہ ہے۔ کہ اس سے زیادہ وعدہ خلاف قوم کوئی نہیں۔ آزادیٔ ہند کے وقت ہندوؤں کے ساتھ مل کر جو مسلمانوں نے جدو جہد کی تھی۔ تو ان سے کیا وعدے کئے تھے۔ ان پر کب عمل ہوا؟ کہ آئندہ کی ضمانت دی جا سکے۔

مسئلہ مسلمانوں کی بقا کا ہے تین مساجد کا نہیں۔ آج ایک مسجد پر قبضہ کیا۔ تو ہندوؤں کے حوصلے بلند ہو جائیں گے۔ اور پھر ہندوستان میں کوئی مسجد محفوظ نہیں رہے گی۔ اس سلسلے میں سب سے بہترین تجویز یہی ہو سکتی ہے۔ کہ اس قسم کے متنازع مقامات اوقاف کی تحویل میں دے دیا جائے۔ یا ۱۹۴۷ء کی حالت پر فیصلہ کیا جائے۔ جو مسجد یا مندر ۱۹۴۷ء میں جس حالت میں تھے۔ ان پر اسی دعویٰ کو تسلیم کیا جائے۔ اس طرح ہندوستانی حکومت کا سیکولرازم کا دعویٰ تسلیم کیا جا سکے گا۔ ورنہ جو طریقہ اب اپنایا جا رہا ہے۔ وہ مسئلے کا حل نہیں انتشار و افتراق اور تباہی کا راستہ ہے۔

بشکریہ جنگ ۶ دسمبر ۱۹۹۱ء